OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾*Journal of Islamic Studies*﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:1, Issue: 2, July - Dec 2020
DOI:10.51665/al-duhaa.001.02.0046, PP: 171-184

مالی معاملات میں قبضہ کی جدید صورتیں اور ان کے شرعی احکام

Modern forms of Possession in Finanical Transactions and their Shariah rulings

Published: 28-12-2020
Accepted: 26-11-2020
Received: 25-10-2020

Muhammad Abu Bakar
Ph.D Scholar, Department of Shariah, International Islamic University, Islamabad
Email: mabubakar.pak@gmail.com

Hasnain Amjad
MS Scholar, Department of Shariah, International Islamic Univesity, Islamabad
Email: hasnainamjad0345@gmail.com

Abstract

The concept of "possession" is regarded as a fundamental principle in Islamic Law of Contract and it is discussed by jurists and Islamic scholars in their writings of fiqh in a very detailed manner. However, the way trade and business are operating in today's modern world is very different from what was happening in the past. The globalization and industrialization has transformed the modes of trade & business and innovative forms are introduced which could not be imagined previously. This modernism and innovation has led to contemporary scholars to research and discuss these modern forms from Shariah viewpoint as they are not found explicity in old fiqh literature. The objective of this article is to discuss the concept of possessin and its modern forms taking into consideration the originat resources and the scattered literature of contemporary jurists. In this regard, the paper has shed light on basic concepts of possession and its forms as well as the modern applications which are prevalent in the financial industry. It is found that the definition of "possession" is not defined in strict parameters by scholars but rather it has left to the "urf" and customary practices of people. Likewise, the paper concludes that the physical possession in not necessary but contructive possession is also considered legal and sufficient in Islamic law of Contract. Therefore, the modern forms of possession

such bank draft, personal check, transfer in the account of creditor, payment with credit-card and bill of lading are also acceptable as they are considered as constructive possession.

Key words:

دورِ حاضر میں معیشت اور تجارت نے جس وسیع پیمانے پر فروغ حاصل کرلیا ہے اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی، مالی معاملات کے ہر شعبہ میں نت نئی صورتیں اور نئے نئے مسائل سامنے آرہے ہیں جن کے جوابات بعض اوقات قدیم فقہی ذخیرے میں صراحتاً نہیں ملتے۔ الحمد للہ علماء کرام اور قرآن وسنت اور فقہ اسلامی میں بصیرت رکھنے والے معاصر فقہاء کرام انفرادی اور اجتماعی سطح پر امت مسلمہ کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ایک اہم مسئلہ "قبضہ" اور اس کی جدید صورتوں کا جائزہ لیا گیا ہے، اور قرآن وحدیث اور معاصر فقہاء کرام کی تحقیقات کی روشنی میں ان جدید صورتوں کے احکام کو بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں بحرین میں قائم نامور ادارے "ایوفی" کے معاییرِ شرعیہ کو خاص طور پر مدِ نظر رکھا گیا ہے، یہ معاییر شرعیہ معاملات کے جدید مسائل میں عالمِ اسلام کے معروف معاصر فقہاء کرام کی نگرانی میں تیار کئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالی کی رحمت سے امید ہے کہ "قبضہ" سے متعلق جدید اور اہم مسائل کے احکام کو سمجھنے میں یہ مضمون مفید اور معاون بنے گا۔

قبضہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

قبضہ کی لغوی تعریف:

قبضہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ اور ماخذ "قبض" ہے۔ قبض کا معنی ہے پوری ہتھیلی کے ساتھ کسی چیز کو پکڑنا، چنانچہ کہا جاتا ہے "قبض المال ای أخذہ بیدہ" یعنی مال پر ہاتھ کے ذریعے قبضہ کیا۔ اسی طرح "قبض الید علی الشئ" کا معنی ہوتا ہے ہاتھ سے کسی چیز کو پکڑنا، اسی لئے تلوار کی مٹھی کو بھی مقبض السیف یا قبضۃ السیف کہا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات موت کو بھی قبض سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے کہ موت کی صورت میں انسان مقبوض ہو جاتا ہے۔[1]

قبضہ کی اصطلاحی تعریف:

قبضہ کی اصطلاحی تعریف علامہ کاسانیؒ یوں بیان فرماتے ہیں:

"معنی القبض هو التمیکن والتخلی وارتفاع الموانع عرفاً وعادة حقیقة".[2]

"یعنی قبضہ کا مطلب ہے کسی چیز کے استعمال کی قوت، صلاحیت اور استعمال کے مواقع فراہم کرنا، اور تمام معروف رکاوٹوں کو حقیقی طور پر دور کرنا۔"

اس تعریف کی رو سے کئی باتیں معلوم ہوگئیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قبضہ کیلئے اشیاء پر حسی قبضہ ضروری نہیں بلکہ شرعاً استعمال کے مواقع اور تصرف کا اختیار دینے سے بھی قبضہ پایا جاسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کہیں حسی قبضہ پایا گیا لیکن عرفی یا قانونی رکاوٹیں قائم رہیں تو قبضہ تام نہیں ہوگا۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ قبضہ کیلئے مطلوبہ چیز پر استعمال کی قدرت ملنا اور عرفی یا قانونی رکاوٹوں کا دور ہونا کافی ہے، حسی قبضہ ضروری نہیں۔

معاییرِ شرعیہ میں قبضہ کی تعریف حسبِ ذیل ہے:

"القبض حیازة الشئ وما فی حکمها بمقتضی العرف".[3]

قبضہ کی اقسام:

حضرات فقہاء کرام نے حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے قبضہ کی دو قسمیں ذکر کی ہیں:

1. حقیقی یا حسی قبضہ:
2. حکمی یا معنوی قبضہ:

حسی قبضہ:

تو وہ ہے جس میں لغوی معنی پائے جائے یعنی حسی طور پر ہاتھ کے ذریعے کسی چیز پر قبضہ پایا جائے۔

معنوی قبضہ:

وہ ہے جس میں حسی طور پر قبضہ نہ ہو بلکہ بائع کی طرف سے خریدار کو تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں کوئی چیز اپنے قبضہ میں لئے بغیر اختیارات کی قوت (power of athourity) حاصل ہو جاتی ہے۔

البتہ اس بات میں اختلاف ہوگیا ہے کہ اشیاء کے اندر حکمی قبضہ کیسے متحقق ہوگا؟ حضرات فقہاء احنافؒ فرماتے ہیں کہ تمام اشیاء چاہے منقولی ہوں یا غیر منقولی، ان میں قبضہ حکمی تسلیم اور تخلیہ سے حاصل ہوگا۔[4]

جمہور فرماتے ہیں کہ قبضہ حکمی غیر منقولی اشیاء میں تخلیہ سے ثابت ہو سکتا ہے لیکن منقولی اشیاء میں قبضہ کیلئے اس چیز کا نقل کرنا ضروری ہے، محض تخلیہ سے قبضہ درست نہیں ہوگا۔[5]

تخلیہ کا معنی:

یہ عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مادہ ''خلی'' ہے جس کا معنی ہے ''چھوڑنا''، اس لحاظ سے تخلیہ کے معنی ہوئے ''اعراض کرنا''، ''چھوڑنا'' اور نظر انداز کرنا۔

بدائع الصنائع میں اس کے اصطلاحی معنی مندرجہ ذیل الفاظ سے یہ بیان کئے گئے ہیں:

"تَمْكِينُ الشَّخْصِ مِنَ التَّصَرُّفِ فِي الشَّيْءِ دُونَ مَانِعٍ. فَفِي الْبَيْعِ مَثَلاً إِذَا أَذِنَ الْبَائِعُ لِلْمُشْتَرِي فِي قَبْضِ الْمَبِيعِ مَعَ عَدَمِ وُجُودِ الْمَانِعِ حَصلَتِ التَّخْلِيَةُ ، وَيُعْتَبَرُ الْمُشْتَرِي قَابِضًا لِلْمَبِيعِ مُطْلَقًا " .[6]

''کہ کسی شخص کا تمام رکاوٹوں کا ہٹاکے دوسرے کو تصرف کرنے کا اختیار دینا''۔

اس تعریف پر علّامہ کاسانی تفریع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر بیچنے والے نے خریدار کو مبیع استعمال کرنے کی اجازت دیدی اور تصرف کرنے سے کوئی اور رکاوٹ بھی نہ پائی گئی تو تخلیہ درست ہو جائیگا۔

مذکورہ بالا تعریف سے معلوم ہوا کہ تخلیہ کا معنی بہت وسیع ہے اور س کے متحقق ہونے کی صورتیں بھی کئی سارے ہیں۔ چنانچہ کبھی تخلیہ اجازت سے، کبھی کاغذات کی سپردگی سے، کبھی جس گودام میں مال رکھا ہوا اس کی چابی دینے سے اور کبھی اس چیز کی عین دوسرے کے حوالہ کرنے سے تخلیہ ثابت ہوگا۔

قبضہ اور تخلیہ میں فرق:

حضرات فقہاء کرام نے ان میں دو طرح سے فرق بیان کیا ہے:

1. قبضہ کا مفہوم عام ہے اور یہ ایک اصولی اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے جس کی ایک شاخ تخلیہ بھی ہے یعنی

قبضہ پائے جانے کی صورتیں بے شمار ہیں جن میں سے ایک تخلیہ بھی ہے۔

2. تخلیہ کا تعلق دینے والے سے ہے جبکہ قبضہ کا تعلق لینے والے سے ہے۔دینے والے کا کام تخلیہ ہے نہ کہ قبضہ کرنا،اسی طرح لینے والے کا کام ہے قبضہ کرنا نہ کہ تخلیہ کرنا۔[7]

تسلیم اور تخلیہ میں فرق:

حضرات فقہاء احنافؒ ان میں کوئی فرق نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ کسی شخص کا کوئی چیز دوسرے کے سپرد (تسلیم) کرنا تخلیہ ہے۔چاہے وہ سپردگی کے علاوہ کوئی اور کام نہ کرے۔

جمہور فرماتے ہیں کہ غیر منقولی اشیاء میں تسلیم اور تخلیہ کا معنی اور حکم ایک ہوتا ہے لیکن منقولی اشیاء جیسے چاول، گندم وغیرہ میں تسلیم اور تخلیہ کے معنی میں فرق ہوتا ہے۔ان میں تخلیہ کرنے سے تسلیم (سپردگی، حوالگی، قبضہ) نہیں پائی جائیگی بلکہ اس کیلئے مزید معروف کارروائی کی ضرورت ہوگی۔[8]

"قبضہ متحقق ہونے کی بنیاد عرف پر ہے" قاعدہ کی وضاحت:[9]

عصرِ حاضر میں قبضہ کی جدید صورتوں کے بیان سے پہلے یہ بات جاننا ضروری ہے کہ معاملات کے اندر قبضہ درست ہونے کیلئے کیا عرف اور معاشرے کے رواج کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حضرات فقہاء کرامؒ کا کہنا ہے کہ معاملات کے اندر قبضہ پائے جانے کیلئے عرف اور معاشرے کو بنیاد بنایا جائیگا کیونکہ احادیث میں آپ ﷺ نے جہاں جہاں معاملات کی صحت اور درستگی کیلئے قبضہ کو ضروری قرار دیا ہے، وہاں اس کی کیفیت اور طریقہ کار کی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں قبضہ درست ہونے کیلئے معاشرے کے رواج اور عرف کو دیکھا جائیگا۔اس لئے کبھی قبضہ کسی چیز کی چابی دینے سے، کبھی اس کی طرف اشارہ کرنے سے، کبھی اس کو وزن کرنے سے، کبھی اس میں تصرف کرنے سے اور کبھی ہاتھ رکھنے یا منتقل کرنے سے متحقق ہو جائیگا۔

علامہ ابن تیمیہؒ آپ ﷺ کے ارشاد "من ابتاع طعامًا فلا يبعه حتى يقبضه" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "چونکہ حدیث میں قبضہ کی کیفیت کی کوئی تصریح نہیں ہے، اس لئے اس کے جاننے کیلئے عرف کی طرف رجوع کیا جائیگا۔" یہی بات علامہ خطیب شربینی اور علامہ خطابی نے بھی اس حدیث کی تشریح میں کہی ہے۔

علامہ خطابی کی عبارت ملاحظہ ہو:

"القبوضُ تختلف في الأشياء حسب اختلافها في نفسها ، وحسب اختلاف عادات الناس فيها"[10]

حاصل یہ کہ قبضہ پائے جانے کیلئے کوئی لگی بندی صورت متعین کرنا مشکل ہے بلکہ ہر چیز کے قبضہ میں عرف اور لوگوں کے عادات کو دیکھا جائیگا۔حضرات فقہاء احنافؒ نے اگرچہ قبضہ کا معیار عام حالات میں تخلیہ کو بنایا ہے لیکن تخلیہ کے تحقق کو عرف کے ساتھ جوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے ان کے ہاں بھی آخر کار قبضہ کی بنیاد عرف بنتا ہے۔

معاییرِ شرعیہ میں بھی اسی موقف کو ترجیح دی گئی ہے،اس کی عبارت ملاحظہ ہو:

3۔ما يتحقق به القبض:

1/3 الأصل فی تحدید کیفیة قبض الأشیاء العرف ،ولهذا اختلف القبض فی الأشیاء بحسب

اختلافها في نفسها، وبحسب اختلاف أعراف الناس فيها.

"اشیاء میں قبضہ کیسے متحقق ہوگا؟ اس کی بنیاد عرف پر ہے۔ اسی وجہ سے اشیاء کی ماہیتوں کے الگ الگ ہونے اور لوگوں کے متعدد طریقوں سے قبضہ کرنے کی وجہ سے شرعاً قبضہ کے طریقے بھی مختلف ہوگئے۔"

مالی معاملات میں قبضے کی جدید شکلیں

Bank check پر قبضہ کرنے کی شرعی حیثیت:

بینک سے جو چیک جاری ہوتے ہیں وہ مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ کبھی بینک کھاتہ دار (اکاؤنٹ ہولڈر) کی طلب پر کسی خاص فرد (شخصی ہو یا قانونی) کے نام چیک جاری کرتا ہے اور کبھی اکاؤنٹ ہولڈر خود جاری کرتا ہے۔ بینک جو چیک جاری کرتا ہے وہ کسی خاص فرد کے نام ہی جاری کرتا ہے مثلاً کسی نے کسی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں چالان بھرنا ہے تو اس کیلئے وہ بینک سے ڈرافٹ جاری کرواتا ہے، اسے بینک ڈرافت bank draft کہتے ہے۔ لیکن جو چیک کوئی کھاتہ دار جاری کرتا ہے وہ کبھی کسی خاص فرد کے نام ہوتا ہے جسے cross check کہتے ہے اور کبھی وہ چیک پر کسی فرد کا نام نہیں لکھتا جسے کوئی بھی نکال (cash) سکتا ہے، اسے bearer check کہتے ہے۔

آج کے دور لوگ عموماً سودا کرنے بعد ثمن کی ادائیگی چیک سے کرتے ہیں کیونکہ اس میں چوری ہونے یا ضائع ہونے کے امکانات نہیں ہوتے یا پھر کم ہوتے ہیں۔ لیکن کیا چیک لینے سے شرعاً قبضہ ہو جائیگا؟ اس میں علماء حضرات کی مختلف رائے پائی جاتی ہیں جنہیں ذیل میں نقل کیا جارہا ہے:

بعض معاصر علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ چیک لینے سے قبضہ ہو جائیگا، ان حضرات کا کہنا ہے کہ چیک کی شرعی حیثیت حوالہ کی ہے اور شرعاً حوالہ سے قبضہ ہو جاتا ہے۔ بعض دیگر علماء اس پر مزید گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قبضہ کا دارومدار عرف پر ہے اور موجودہ عرف میں لوگ چونکہ اسے قبضہ سمجھتے ہیں، اس لئے شرعاً اس سے قبضہ ہو جانا چاہئے۔[11]

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر چیک سے قبضہ نہیں ہو سکتا، اس لئے بعض حضرات نے اس میں یوں تفصیل کی ہے کہ:

"چیک کی تین قسمیں ہیں:

1. بینک ڈرافٹ bank draft
2. تصدیق شدہ چیک certified check
3. ذاتی چیک personal check

بینک ڈرافٹ کا حکم یہ ہے کہ اس سے قبضہ ہو جائیگا کیونکہ اس کا جاری کرنا والا خود بینک ہوتا ہے جس میں زیادہ تر چیک نکل جاتا ہے واپس نہیں ہوتا۔"

مجمع الفقہ الاسلامی نے بھی چیک سے قبضہ ہونے کی قرارداد پاس کی ہے، اس کی عبارت ملاحظہ ہو:

"تسلم الشيك إذا كان له رصيد قابل للسحب بالعملة المكتوب بها عند استيفائه وحجزه المصرف"[12]

معاییرِ شرعیہ نے بھی بینک ڈرافٹ لینے سے قبضہ متحقق ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔ دراصل اس سے قبضہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب بائع یا کسی دوسرے حقدار کو بینک چیک ملتا ہے تو اسے پیسے نکالنے کا مکمل اختیار مل جاتا ہے جس سے وہ آسانی کے ساتھ بینک سے متعینہ رقم نکلوا سکتا ہے، بالفاظ دیگر تخلیہ حاصل ہو جاتا ہے جو قبضہ حکمی ہے۔ اس لئے اس سے قبضہ ہو جانا

چاہیے۔[13]

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی رائے یہ ہے کہ چیک سے قبضہ بطورِ حوالہ نہیں بلکہ بطورِ وکالت ہوتا ہے یعنی مدیون بینک کو اس بات کا وکیل بناتا ہے کہ وہ اس کے اکاؤنٹ سے رقم نکال کر دائن کو دے۔[14]

Personal check کا حکم:

کبھی کھاتہ دار خود چیک جاری کرتا ہے جسے پرسنل چیک کہا جاتا ہے چاہے وہ کراس چیک ہو یا بیریر۔ بعض حضرات نے اس کا حکم بھی وہی لکھا ہے جو عام بینک ڈرافٹ کا ہوتا ہے یعنی اس کے لینے سے بھی قبضہ ہو جائیگا لیکن بعض حضرات نے اس کی تردید کی ہے اور بنیاد یہ بنایا ہے کہ اس میں اور بینک ڈرافٹ میں فرق ہے وہ یہ کہ بینک ڈرافٹ میں اس بات کی تصدیق ہو چکی ہوتی ہے کہ ڈرافٹ کے طلبگار کی رقم ہمارے پاس موجود ہے جبکہ پرسنل چیک میں اس بات کی تصدیق نہیں ہوتی، اس لئے سب سے پہلے بینک اس بات کی تحقیق کرتا ہے کہ اکاؤنٹ میں مطلوبہ رقم موجود ہے بھی یا نہیں؟ دوسرے پرسنل چیک میں ناکارہ (bounce) ہونے کے بھی امکانات ہوتے ہیں جبکہ بینک ڈرافٹ میں یہ امکانات نہیں ہوتے۔ اس لئے ان فروق کی بنیاد پر پرسنل چیک کے لینے سے قبضہ کا حکم دینا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ عام معاملات میں اس سے اتنا بڑا حرج تو نہیں ہوگا لیکن بیع صرف جس میں مجلس کے اندر دوطرفہ قبضہ کرنا ضروری ہوتا ہے میں حرج ہو سکتا ہے کیونکہ مذکورہ صورت میں محض چیک لینے سے حوالہ نہیں ہو سکتا کیونکہ حوالہ جب ہی مکمل ہوگا جب اس بات کی تصدیق ہو جائے کہ واقعۃً مذکورہ شخص کی رقم بینک کے پاس موجود ہے۔

دوسرے یہ کہ قبضہ کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اس سے قابض (قبضہ کرنے والے) کو تصرف اور استعمال کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے جبکہ مذکورہ صورت میں اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ بینک سب سے پہلے اکاؤنٹ ہولڈر کی رقم کی تفتیش کرتا ہے۔

نیز جن حضرات نے حوالے کو قبضہ کا قائم مقام بنایا ہے، انہوں نے بھی اسے ہر حال میں نائب نہیں بنایا، چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

> وإن أحال المكاتب سيده بنجم قد حل عليه صح وبرئت ذمة المكاتب بالحوالة ويكون ذلك بمنزلة القبض[15]
>
> اس کا حاصل یہ ہے کہ حوالہ اس معنی میں قبضہ کے قائم مقام ہے کہ اس سے محیل (حوالہ کرنے والا) کا ذمہ بری ہو جائیگا۔

جو حضرات پرسنل چیک کے لینے سے بھی قبضہ ہونے کے قائل ہیں، ان کی رائے یہ ہے کہ قبضہ کا دارومدار عرف پر ہے اور مذکورہ مسئلہ میں بھی عرف یہی ہے کہ چیک کے لینے کو لوگ قبضہ سمجھتے ہیں، لیکن بات دراصل یہ ہے کہ یہ ہر جگہ کا عرف نہیں ہے کیونکہ اس میں اس بات کے بہت سارے امکانات موجود ہیں کہ کوئی شخص بلاوجہ اس کے لینے سے انکار کردے۔

دوسرے یہ کہ یہاں زیادہ سے زیادہ قبضہ حکمی حاصل ہوگا جبکہ بیع صرف میں تقریباً تمام فقہاء کرام کے نزدیک قبضہ حقیقی ضروری ہوتا ہے۔

در مختار میں ہے:

(والتقابض) بالبراجم لا بالتخلية (قبل الافتراق)

مذکورہ عبارت کے تحت علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

(قوله: بالبراجم) جمع برجمة بالضم: وهي مفاصل الأصابع ح عن جامع اللغة. (قوله: لا بالتخلية) أشار إلى أن التقييد بالبراجم للاحتراز عن التخلية، واشتراط القبض بالفعل لا خصوص البراجم، حتى لو وضعه له في كفه أو في جيبه صار قابضا.[16]

البتہ اگر یہ کیا جائے کہ چیک کی تحقیق میں بیع صرف کا جو لمحہ بناء قبضہ کے گذر رہا ہے لوگوں کے تعامل اور ضرورت کی وجہ سے اسے کالعدم شمار کیا جائے تو اس سے بیع بھی درست ہو جائے گی اور قبضہ بھی پایا جائے گا کیونکہ جس طرح عرف احکام میں مؤثر ہوتا ہے، ایسے ہی کسی معاملہ میں لوگوں کے تعامل اور شدید حاجت کا پایا جانا بھی احکام میں مؤثر ہوتا ہے بلکہ حضرات احنافؒ کے نزدیک تعامل اصول دین میں سے ایک اصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ قیاس اور تعامل میں تعارض کی صورت میں ترجیح تعامل کو دی جاتی ہے۔اسی طرح اگر کسی معاملہ میں جہالت یا غرر ہو لیکن اس پر لوگوں کا تعامل پایا جا رہا ہو تو وہ جہالت اور غرر نظر انداز کی جاتی ہے بشرطیکہ اس پر عمل کرنے سے کسی نص شرعی کی مخالفت لازم نہ آئے۔مثلاً سود ہے اگرچہ لوگوں کا اس پر تعامل جاری ہے لیکن اسکی حرمت چونکہ

منصوص ہے اس لئے اس جیسے تعامل پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

والكلام في الاستصناع في مواضع: في بيان جوازه أنه جائز أم لا؟ ....(أما) الأول: فالقياس يأبى جواز الاستصناع؛ لأنه بيع المعدوم كالسلم بل هو أبعد جوازا من السلم؛ لأن المسلم فيه تحتمله الذمة؛ لأنه دين حقيقة، والمستصنع عين توجد في الثاني، والأعيان لا تحتملها الذمة فكان جواز هذا العقد أبعد عن القياس عن السلم وفي الاستحسان جاز؛ لأن الناس تعاملوه في سائر الأعصار من غير نكير فكان إجماعا منهم على الجواز فيترك القياس.[17]

فتاویٰ ہندیہ میں لکھا ہے:

ذكر في مسألة نسج الثوب بالثلث والربع أن مشايخ بلخ - رحمهم الله تعالى - أخذوا بالجواز لتعامل الناس.[18]

البتہ اس میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ جب تک چیک کی جانچ پڑتال نہ ہو سکے، تب تک عاقدین مزید کوئی تصرف نہ کریں۔اسی طرح معاملہ بھی صحیح ہو جائے گا اور خرابی بھی دور ہو جائے گی۔

معاییرِ شرعیہ نے غالباً اسی بنیاد پر بینک ڈرافٹ اور پرسنل چیک دونوں کا حکم ایک قرار دیا ہے، چنانچہ اس میں لکھا ہے:

"1/5 يعد من القبض الحكمى قبض المستفيد للشيک المصرفى المضمون السداد من البنك المسحوب عليه ويعد ذلك قبضاً لمضمونه ولوتأخرالتحصيل الفعلى لمبلغه مع مراعاة ما جاء فى المعيار الشرعى رقم:1 بشأن المتاجرة فى العملات البند(5/6/2ب) وما جاء فى المعيار الشرعى رقم 12

بشأن الأوراق التجارية البند(2/6-1/6)."

"قبضہ حکمی کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی مستفید (beneficiar) بینک چیک پر قبضہ کرلے بشرطیکہ وہ چیک جس بینک سے کیش کیا جارہا ہو، (وہاں وہ چیک قابل قبول) اور (اس پر درج) رقم قابل ادا ہو۔ یہ اس قابل ادا رقم پر قبضہ شمار ہوگا اگرچہ عملاً رقم کے حصول میں کچھ تاخیر پیش آجائے جیسے معیار نمبر 1 دفعہ نمبر 5/6/2 ب اور معیار نمبر 12 دفعہ نمبر 1/6 اور دفعہ نمبر 2/6 میں ذکر کیا گیا ہے۔"

خلاصہ:

حاصل یہ ہے کہ بینک چیک bank cheque لینے سے قبضہ ہو جائیگا چاہے بینک ڈرافٹ ہو یا پرسنل چیک ہو کیونکہ چیک کی شرعی حیثیت حوالہ کی ہے اور حوالہ سے قبضہ حکمی ہو جاتا ہے اور جن کے نزدیک اس کی شرعی حیثیت وکالت کی ہے تو وکالت سے قبضہ کا متحقق ہونا بدیہی ہے۔

کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی کرنے سے قبضہ کا حکم:

بینک چیک کی طرح موجودہ دور میں قبضہ حکمی کی ایک اور شکل کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی کی ہے۔ آج کے دور میں چونکہ ہر وقت اپنے پاس بڑی رقم رکھنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا اس لئے آجکل زیادہ تر لوگ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خریداری کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ دراصل ہوتا یوں ہے کہ جب خریدار خریداری کرلیتا ہے تو تاجر (جو کریڈٹ کارڈ کو قبول کرتا ہے) سامان کا بل بنا کر مشتری سے اس پر دستخط لیتا ہے اور اس کی ایک نقل (copy) مشتری کے حوالے کرتا ہے جبکہ دوسری نقل وہ کارڈ جاری کرنے والے (issuer) بینک کے پاس بھیجتا ہے۔ بینک اس رقم کی ادائیگی بائع کو حسبِ معاہدہ فوری طور پر یا متعینہ مدت پر کردیتا ہے۔ مشتری کے پاس اگر کریڈٹ کارڈ ہو تو بینک اس سے وہ رقم بمع سود کے وصول کرتا ہے اور اگر اس کے پاس ڈیبٹ کارڈ ہو تو اس کے اکاؤنٹ سے اتنی رقم بناء کسی سود یا سرچارج کے تاجر کے اکاؤنٹ میں منتقل کرتا ہے یا خاص مدت پر نقداً اسے ادا کی جاتی ہے اور اگر اس کے پاس چارج کارڈ ہو تو بینک مشتری کو ایک خاص مدت تک کی مہلت دیتا ہے (آجکل عموماً ایک مہینہ کی مہلت دیتا ہے)۔ مشتری اگر اس دوران بینک کو ادائیگی کردے تو اس پر کوئی سود نہیں لگتا لیکن اگر وہ مدت گزر جائے اور مشتری ادائیگی نہیں کرتا تو بینک سود لینا شروع کرتا ہے۔

مشتری اگر مذکورہ کارڈز کے ذریعہ ادائیگی کرے تو معاصر علماء فرماتے ہیں کہ اس سے قبضہ ہو جائیگا لیکن سوال یہ ہے کہ قبضہ کب متحقق ہوگا؟

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ مشتری کے بل پر دستخط کرنے سے قبضہ ہو جائیگا کیونکہ اس سے تاجر کو اطمینان ملتا ہے کہ اسے اسکی رقم مل جائیگی۔ معاییر شرعیہ کا موقف بھی یہی ہے کہ دستخط کرنے سے قبضہ ہو جائیگا۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے:

"2/5 یعد من القبض الحکمی الدفع ببطاقة الائتمان،وينظر المعيار الشرعی رقم 2 بشأن بطاقة الحسم الفوری وبطاقة الائتمان البند(4/4)."

"قبضہ حکمی کی ایک صورت اور یہ بھی ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی کرے۔ جیسے معیار نمبر 2 دفعی نمبر 4/4 میں ذکر کیا گیا ہے۔"

دائن کے اکاؤنٹ میں پیسے جمع کرنے سے قبضہ کا حکم:

موجودہ دور میں کریڈٹ کارڈ اور بینک چیک کی طرح قبضہ حکمی ایک اور شکل یہ ہے کہ مدیون دائن کے اکاؤنٹ میں پیسے جمع کرائے۔ پھر اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں:

1. مدیون براہِ راست دائن کے اکاونٹ میں پیسے جمع کردے۔
2. مدیون اپنے اکاؤنٹ سے دائن کے اکاؤنٹ میں پیسے منتقل transfer کردے۔

پہلی صورت کی تفصیل یہ ہے کہ مدیون دائن کے اکاؤنٹ میں براہِ راست رقم جمع کرادے جسے آجکل deposit کہتے ہے، اس کا حکم تو واضح ہے کہ رقم جمع کرانے سے دائن کا قبضہ متحقق ہوجائیگا۔

دوسری صورت وہ ہے جسے آجکل آن لائن یا رقم ٹرانسفر کرنا کہتے ہیں، اس میں ایک شخص کے اکاونٹ سے دوسرے شخص کے اکاؤنٹ میں رقم منتقل کی جاتی ہے یوں نہیں ہوتا کہ رقم نکلوائی اور جمع کرادی بلکہ ایک شخص کا اکاؤنٹ ایک بینک میں ہوتا ہے اور دوسرے کا دوسرے بینک میں تو یہ شخص اپنے بینک کے پاس آکر کہتا ہے کہ میرے اکاؤنٹ سے اتنی رقم فلاں اکاؤنٹ میں منتقل کردے تو جب رقم ٹرانسفر ہوگئی تو یہ بھی قبضہ حکمی شمار ہوگا۔ معاییرِ شرعیہ میں اس کی تفصیل حسبِ ذیل ذکر کی ہے:

”3/5 یعد من القبض الحکمی ایداع شخص مبلغاً من المال فی الحساب المصرفی للدائن بطلبه او رضاه سواء تم نقدا ام بحوالة مصرفية ام بشيك مضمون السداد من البنك المسحوب عليه وتبرا به ذمة المودع اذا كان مدينا بذلك المبلغ۔“

”اگر کوئی مدیون دائن کی رضامندی یا اسکے مطالبہ پر براہ راست اس کے اکاؤنٹ میں رقم جمع کردے یا اپنے اکاؤنٹ سے اسکے اکاؤنٹ میں منتقل کردے تو یہ قبضہ شمار ہوگا یا اسے ایسا چیک دیدے جو متعلقہ بینک سے قابل ادا ہو اور اگر وہ اتنی رقم کا مقروض تھا تو ان صورتوں میں اسکا ذمہ بھی بری ہوجائیگا۔“

عہدِ حاضر میں قبضہ حکمی کی ایک خاص صورت:

عہدِ حاضر میں قبضہ کی بعض صورتیں ایسی بھی رائج ہوگئی ہیں جن میں محض قانونی کارروائی اور رجسٹریشن کرنے سے قبضہ حاصل ہو سکتا ہے، مثلاً آجکل "رہن رسمی" بہت عام ہوچکی ہے جس میں رہن بدستور راہن کے پاس ہوتا ہے لیکن سرکاری کاغذات میں اس کا نام درج کرنے سے وہ شرعاً و قانوناً قابض (قبضہ کرنے والا) شمار ہوتا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض کاروباری لوگ تجارت کرتے وقت مقروض یا مدیون سے بطورِ سیکورٹی رہن رکھواتے ہیں کیونکہ موجودہ دور میں معاملات کا دائرہ علاقائی سے نکل کر بین الاقوامی سطح تک پھیل چکا ہے اور معاملات ایک ایک شخص کے بجائے اب پوری پوری جماعتوں اور گروہوں (کمپنیوں) کے درمیان ہونے لگے ہیں، اس لئے لوگ تجارت وغیرہ کرتے وقت کفالت اور رہن (بطورِ سیکورٹی) ضرور رکھواتے ہیں تاکہ مدیون اگر ادائیگی نہ کرسکے تو کفیل یا رہن کے ذریعہ اپنا حق وصول کیا جاسکے۔ اب رہن کی ایک صورت تو وہی ہے جسے متقدمین علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں جس میں مدیون اپنی کوئی چیز (یا کسی دوسرے کی چیز مالک کی اجازت سے) اٹھا کر دائن کے پاس بطورِ رہن رکھواتا ہے تاکہ کل کو اگر وہ ادائیگی نہ کرسکا تو دائن اسے بیچ کر اپنا حق وصول کرسکے۔ اسے رہن حیازی کہتے ہیں۔ حیاز کا مطلب ہے جمع کرنا، قبضہ کرنا، اپنی تحویل میں لینا، اس میں بھی

چونکہ رہن مرتہن کے پاس گروی ہوتا ہے اس لئے اسے "الرھن الحیازی" کہتے ہے۔

موجودہ دور میں اس کی ایک جدید شکل یہ آئی ہے کہ بڑے بڑے تاجر حضرات یا بڑی بڑی کمپنیاں جب کسی بینک وغیرہ سے کوئی سودا کرتی ہے تو وہ سودا چونکہ ملین اور بلین کڑوڑوں کی ہوتی ہے، اس لئے وہ لوگ کوئی بڑی چیز رہن (بطورِ سیکورٹی) رکھواتے ہیں مثلاً ہوائی جہاز رکھ لیا یا سمندری جہاز یا کارگو کشتی وغیرہ یا کوئی بڑا شاپنگ مال (تجارتی مرکز) رکھوادیا یا کبھی کبھار کوئی چھوٹی سطح پر سودا ہو جائے تو مدیون زمین رہن رکھواتا ہے لیکن اس میں ہوتا یہ ہے کہ جو چیز رہن کے طور پر رکھی جاتی ہے مثلاً زمین، ہوائی یا بحری جہاز، ریل گاڑی، یا کوئی بڑا شاپنگ مال وغیرہ، اس پر قبضہ بدستور مدیون کے پاس رہتا ہے اور وہی حسب معمول اس میں تصرف کرتا رہتا ہے لیکن سرکاری دستاویزات (آفیشل ریکارڈ-official records) میں وہ دائن کے نام بطورِ راہن درج ہوتی ہے۔ اسے "الرھن الرسمی" کہا جاتا ہے۔ اس گروی چیز میں اسے ایک "حق" حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ مدیون کی نادہندہ ہونے کی صورت میں اسے بیچ کر اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔ نیز اگر مدیون کے قرض خواہوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو مذکورہ دائن کو ترجیحی بنیادوں پر اسے بیچنے اور اپنا حق وصول کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ جب تک وہ اس رہن سے اپنا حق پورا وصول نہ کرے، تب تک دیگر قرض خواہ مطالبہ کا حق نہیں رکھتے۔

حاصل یہ کہ مذکورہ صورت میں اگرچہ رہن بدستور راہن کے پاس ہوتا ہے لیکن سرکاری کاغذات میں اس کا نام درج کرنے سے وہ قابض (قبضہ کرنے والا) شمار ہوتا ہے۔

معاییرِ شرعیہ میں مذکورہ صورت پر کے بارے میں لکھا ہے:

> 4/3 یعد من القبض الحکمی تسجیل رھن العقار والمنقول المتحرك مثل السیارات والقطارات والبواخر والطائرات فی السجل المعتبر قانوناً ویقوم التسجیل مقام القبض الحقیقی فی أحکامه وآثاره.
>
> "قبضہ حکمی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ زمین جو گروی رکھی جارہی ہو، اس رہن کی رجسٹریشن کی جائے (اور تصرف معمول کے مطابق راہن کے پاس ہی رہے) یا (مذکورہ صورت میں) وہ منقولی اشیاء جو قابل نقل وحرکت ہو جیسے گاڑیاں، ریل گاڑیاں، کشتیاں اور ہوائی جہاز کا مسلم قانونی رجسٹر میں اس کا اندراج کیا جائے (تو اس سے بھی قبضہ ہو جائے گا)۔ مذکورہ صورت میں کاغذات کی رجسٹریشن قبضہ حقیقی کے قائم مقام ہوگا۔"

بل آف لیڈنگ (bill of lading) پر قبضہ کرنا شرعاً قبضہ شمار ہوگا:

اسی سے ملتی جلتی صورت بل آف لیڈنگ کی ہے جس پر قبضہ کرنا بھی قبضہ حکمی شمار ہوگا۔ ہوتا یوں ہے کہ جب کوئی تاجر بیرون ملک سے مال منگاتا ہے تو سب سے پہلے اس کیلئے بینک سے ایل سی (l.c) کھلوانا پڑتا ہے جس میں اس بات کی ضمانت ہوتی ہے کہ مذکورہ تاجر بروقت ثمن کی ادائیگی کریگا۔ پھر وہ ایل سی بیرون ملک تاجر کے بینک کے پاس جاتی ہے۔ تاجر ایل سی ملنے پر مطلوبہ مال جہاز پر لوڈ کرتا ہے۔ جہازراں کمپنی اس مال کی رسید بنا کر برآمد کنندہ تاجر کے حوالہ کرتی ہے جسے "بل آف لیڈنگ" کہتے ہے۔ برآمد کنندہ کا بینک "بل آف لیڈنگ" درآمد کنندہ کے بینک کے پاس بھیجا ہے۔ مذکورہ بینک وہ بل درآمد کنندہ تاجر کے حوالہ کرتا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنا مال بندرگاہ سے چھڑواتا یا متعلقہ گودام سے ہے۔

اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ جو بل آف لیڈنگ ہے یا کسی گودام (warehouse- receipt) وغیرہ کی رسید (slip) ہے جس کے ذریعہ سے وہ مذکورہ جگہوں سے اپنا مال چھڑواتا ہے، اگر وہ بل یا رسید قابض (قبضہ کرنے والا) یا کسی ایسے شخص کے نام بنی ہو جو اس سامان کے ساتھ اپنے تعلق کا اعتراف کرتا ہو اور اس میں اس مطلوبہ سامان یا اجناس یا آلات کی ساری تفصیل لکھی گئی ہو جسکی وجہ سے مال میں کسی طرح کا کوئی ابہام باقی نہ رہے، نیز اس رسید یا بل کی حیثیت اتنی ہو کہ درآمد کنندہ اس کے سہارے مال میں تصرف کر سکے، اگر ان ساری شرائط کے پائے جانے کے بعد بل آف لیڈنگ یا گودام کی رسید یا کسی اور ایسی چیز جس میں مذکورہ اوصاف (کوالٹیز) اور شرائط موجود ہوں اور اس پر قبضہ کیا جائے تو شرعاً وہ اصل مال پر قبضہ شمار ہوگا (یعنی مذکورہ صورت میں قبضہ حکمی قبضہ حقیقی کے قائم مقام بنے گا) اور اس پر قبضہ کے سارے احکام بھی جاری ہونگے مثلاً ضمان اور ملکیت کا منتقل ہونا، اسے آگے بیچنا یا استعمال کرنا وغیرہ۔

معاییرِ شرعیہ میں لکھا ہے:

> " 5/3 يعتبر قبض المستندات الصادرة باسم القابض أو المظهرة لصالحه قبضاً حكمياً لما تمثله إذا كان يحصل بها التعيين للسلع و البضائع والمعدات وتمكين القابض من التصرف بها مثل بوليصة الشحن وشهادات المخازن العمومية."
>
> "تصدیق شدہ کاغذات جیسے بل آف لیڈنگ اور بڑے بڑے گوداموں کی رسیدوں (slips) کا حصول جو قبضہ کرنے والے یا اس میں دلچسپی یا تعلق کا اظہار کرنے والے کے نام جاری ہوئے ہوں اس چیز پر قبضہ حکمی شمار ہوگا جس کی وہ نمائندگی کر رہے ہیں بشرطیکہ سامان، اشیاء اور آلات اور اوزار کی تعیین اور تصرف اور استعمال کی قدرت ان کاغذات کے ذریعہ حاصل ہو سکے۔"

نتائج بحث:

۱۔ شرعاً کسی چیز پر قبضہ متحقق ہونے کے لئے اس پر حسی قبضہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ تصرف کے اختیار دینے اور تمام رکاوٹیں دور کردینے سے بھی قبضہ متحقق ہو جاتا ہے۔

۲۔ احناف کے نزدیک قبضہ حکمی تسلیم اور تخلیہ سے حاصل ہو جاتا ہے، خواہ منقولی اشیاء ہوں یا غیر منقولی۔ البتہ جمہور فقہاء کے نزدیک غیر منقولی اشیاء میں تخلیہ کافی نہیں ہے، بلکہ ان کو منتقل کرنا ضروری ہے۔

۳۔ قبضہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہے اور تخلیہ خاص ہے، یعنی تخلیہ قبضہ متحقق ہونے کی متعدد صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔

۴۔ شریعت نے قبضہ کا مفہوم کسی خاص لگی بندی صورت میں متعین نہیں کیا، بلکہ اس کو عرف اور لوگوں کے رواج پر چھوڑ دیا ہے، چنانچہ ہر چیز کے قبضہ میں اس کے عرف کو مدار بنایا جائے گا۔

۵۔ قبضہ کی جدید صورتوں میں ایک بینک ڈرافٹ بھی ہے، معاصر فقہا کرام کی رائے مطابق بینک ڈرافٹ لینے سے قبضہ متحقق ہو جاتا ہے، اور یہ قبضہ حکمی کہلاتا ہے۔ معاییر شرعیہ کی رائے کے مطابق پرسنل چیک کا بھی یہی حکم ہے کہ اس سے قبضہ حکمی حاصل ہو جاتا ہے۔

٦۔ جدید مالی معاملات میں ادائیگی کی ایک صورت کریڈٹ کارڈ ہے، اگر کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ادائیگی کی جائے تو بہت سے معاصر علما کرام اور معاییر شرعیہ کی رائے کے مطابق قبضہ حکمی اس وقت متحقق ہوگا جب مشتری بل پر دستخط کرے گا۔

٧۔ اسی طرح قبضہ کی جدید صورتوں میں دائن کے اکاونٹ میں رقم جمع کرنا ہے، اس صورت میں قبضہ اس وقت متحقق ہوگا جب رقم دائن کے اکاونٹ میں ٹرانسفر ہو جائے گی۔

٨۔ موجودہ دور میں قبضہ کی ایک نئی صورت بل آف لیڈنگ ہے جس کے ذریعے درآمد کنندہ اپنا مال پورٹ سے وصول کرتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ بل آف لیڈنگ ملنے سے قبضہ حکمی حاصل ہو جاتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی حوالہ جات

[1] ۔ افریقی، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، ناشر: دار صادر – بیروت، الطبعۃ الثالثۃ: ١٤١٤ھ، ج: ٧، ص: ٢١٤

Afrīqī, Muḥammad bin Mukarrum bin #lī, Lisān al-'rab, (Dār Ṣādar, Berūit: Editon 3rd, 1414ah), Vol:07, PP:214

[2] ۔ کاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الثانیۃ: ١٤٠٦ھ، ج: ٦، ص: ١٤١

Kāsānī, 'lā, al-dīn Abū Bakar bin Mas'ūd, Badā,' al-Ṣanā,' fī tartīb al-Sharā,', (Dār al-Kutub al-'lmiyyah, Berūit: Edition 2nd, 1406ah), Vol:06, PP:141

[3] ۔ المعاییر الشرعیہ، ہیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات المالیۃ الاسلامیۃ، بحرین، الطبعۃ الأولی: ٢٠١٥م، ص: ٤٩١

Al-M'āyīr al-Shar'yyah, Hy,at al-Muḥāsabah wa al-Murāja'ah lil-Mu,assisāt al-Māliyyah al-Islāmiyyah, (Baḥrain: Edition 1st, 2015ac), PP:491

[4] ۔ ابن عابدین، محمد امین بن عمر، حاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار)، ناشر: دار الفکر-بیروت، الطبعۃ الثانیۃ: ١٤١٢ھ - ١٩٩٢م، ج: ٤، ص: ٥٦١

Ibn-e-'ābdīn, Muḥammad Amīn bin 'umar, Ḥāshiyat Ibn-e-'ābdīn (Rad al-Muḥtār), (Dār al-Fikr, Berūit: Editon 2nd, 1992ac), Vol:04, PP:561

[5] ۔ شمس الدین، محمد بن احمد الخطیب الشربینی الشافعی، مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الأولی، ١٤١٥ھ، ج: ٣، ص: ٥٨ / رعینی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمد، مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، ناشر: دار الفکر، الطبعۃ الثالثۃ: ١٤١٢ھ - ١٩٩٢م، ج: ٤، ص: ١٧٧

Shams al-Dīn, Muḥammad bin Aḥmad Al-Khaṭīb, Mughnī al-Muḥtāj Ilā Ma'rifat Ma'ānī alfāḍ al-Minhāj, (Dār al-Kutub al-'lmiyyah, Berūit: Edition 1st, 1415ah), Vol:03, PP:58 / 'ynī, Shams al-Dīn Abū 'bd Allāh Muḥammad bin Muḥammad, Mawāhib al-Jalīl fī Sharḥ Mukhtaṣar Khalīl, (Dār al-Fikr, Berūit: Editon 3rd, 1992ac), Vol:04, PP:177

[6] ۔ الکاسانی، بدائع الصنائع، ج: ۵، ص: ۲۴۴

Kāsānī, 'lā, al-dīn Abū Bakar bin Mas'ūd, Badā,' al-Ṣanā,' fī tartīb al-Sharā,',Vol:05,PP:244

[7] ۔ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، رتبہا جماعۃ من العلماء، صادرۃ عن وزارۃ الأوقاف والشئون الإسلامیۃ-الکویت، الطبعۃ: ۱۴۲۷ھ، ج: ۱۱، ص: ۵۶

Al-Mawsū't al-Fiqhiyyat al-Kwaitiyyat, Compiled by Group of Islamic Scholars, (Wizārat al-Awqāf wa al-sh,ūn al-Islāmiyyat, Al-Kwait, 1427ah), Vol:11,PP:56

[8] ۔ ایضاً

Ibid

[9] ۔ الفتاوی الہندیۃ، لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، دار الفکر، الطبعۃ الثانیۃ: ۱۳۱۰ھ، ج: ۵، ص: ۴۳۲

Al-Fatāwā al-$hindiyyat, Compiled by Group of Islamic Scholars Under the supervision of Niẓām al-dīn al-Balkhī,((Dār al-Fikr, Berūit: Editon 2nd ,1310ah), Vol:05,PP:432

[10] ۔ ابو سلیمان الخطابی، معالم السنن، المحقق: محمد راغب الطباخ، الناشر: المطبعۃ العلمیۃ، حلب، سنۃ النشر: ۱۳۵۱ھ، ج: ۳، ص: ۱۳۶

Abū Sulymān al-Khiṭābī, Ma'ālam al-Sunan,(Al-Maṭba't al-'lmiyyah, $halb,1351ah),Vol:03,PP:136

[11] ۔ دراسات المعاییر الشرعیۃ، ہیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات المالیۃ الاسلامیۃ، بحرین، الطبعۃ الأولی: ۲۰۱۵م، ج: ۲، ص: ۱۳۲

Dirāsāt Al-M'āyīr al-Shar'yyah, Hy,at al-Muḥāsabah wa al-Murāja'ah lil-Mu,assisāt al-Māliyyah al-Islāmiyyah,(Baḥrain: Edition 1st, 2015ac),Vol:02,PP:132

[12] ۔ مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی رقم قرار: ۵۵/۴/۶ –(۱۴۱۰)ھ

Majallat Majma' al-Fiqh al-Islāmī, Standard Number:6/4/55 (1410ah)

[13] ۔ المعاییر الشرعیۃ، ص: ۴۹۷

Al-M'āyīr al-Shar'yyah,PP:497

[14] ۔ عثمانی، مفتی تقی عثمانی، فقہ البیوع، ناشر: مکتبۃ معارف القرآن کراچی، الطبعۃ الأولی: ۲۰۱۵م، ج: ۱، ص: ۴۴۳

'uthmanī, Muftī Taqī 'thmanī, Fiqh al-Buyū', (Maktabah Ma'ārif al-Qurān, Karāchī: Edition 1st ,2015ac), Vol:01,PP:443

[15] ۔ ابن قدامہ، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد، المغنی لابن قدامۃ، ناشر: مکتبۃ القاہرۃ، ج: ۴، ص: ۳۹۱

Ibn-e-Qadāmat, Abū Muḥammad Muwaffaq al-Dīn 'bd Allāh bin Aḥmad, Al-Mughnī Le-ibn-e-Qadāmat, (Maktabah al-Qāhirat),Vol:04,PP:391

[16] ۔ ابن عابدین، رد المحتار مع الدر المختار، ج: ۵، ص: ۲۵۸

Ibn-e-'ābdīn, Muḥammad Amīn bin 'umar, Ḥāshiyat Ibn-e-'ābdīn (Rad al-Muḥtār),Vol:05,PP:258

[17] ۔ الکاسانی، بدائع الصنائع، ج: ۵، ص: ۲۰۹

Kāsānī, 'lā, al-dīn Abū Bakar bin Mas'ūd, Badā,' al-Ṣanā,' fī tartīb al-Sharā,',Vol:05,PP:209

[18] ۔الفتاویٰ الہندیۃ، ج: ۵، ص: ۲۷۶

Al-Fatāwā al-Hindiyyat, Vol:05,PP:276